OPEN ACCESS: Al Khadim Research Journal of Islamic Culture and Civilization
ISSN (ONLINE): 2710-0235 & ISSN (PRINT): 2710-0227
https://www.arjicc.com
DOI: https://doi.org/10.53575/arjicc.v3.02(22)u1.1-10

مذہب کی جذباتی تاریخ: کلچرل ہسٹری میں نئے مباحث

Emotional History of Religion: Emerging Approaches to Cultural History

Dr. Hussain Ahmad Khan
Associate Professor & Director Institute of History, Government College University, Lahore.
Email: hussainhamad@gcu.edu.pk

Sayed Adeel Ijaz
M.Phil Scholar, Institute of History, Government College University, Lahore.
Email: adeel931956@gmail.com

Received on: 03-04-2022 Accepted on: 06-05-2022

Abstract

Scholars of Cultural History are adopting new approaches to explain the significance of emotions, derived either from religious ideas or religious rituals which are performed because of various emotions. By analyzing emotional vocabulary in primary sources, these cultural historians examine rituals that involve emotions such as happiness and tears. Similarly, folktales are narrated to invoke particular emotions in the audience. Even material cultural objects such as buildings are either products of emotions or meant to invoke emotions. This article discusses the various approaches which cultural historians may adopt while practicing the emotional history of a religion.

Keywords: Emotions, Religion, Cultural History, Rituals, Folktales, Architecture

انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی جذبات اور احساسات کا ظہور عمل میں آیا(۱)۔آدم کی تخلیق،آدم کا حوا کے لیے خواہش کرنا، ممنوعہ شجر سے پھل توڑ کر کھانا اور پھر ان دونوں کا ہبوط (زمین پر گرا دیے جانا)ان تمام میں جذبات ہی کا غلبہ نظر آتا ہے۔جذبات حیاتِ انسانی کا لازمہ ہیں (۲)۔فرتھ، مورخ، کے مطابق جذبات کی تاریخ سے مراد ماضی میں لوگوں کے احساسات و جذبات کو سمجھنا اور انھیں بیان کرنا ہے۔یہ جذبات محبت، دکھ، غم، غصے یا خوشی کے ہو سکتے ہیں۔جذبات تاریخ میں نہ صرف واقعات سے جڑے رہے ہیں بلکہ بہت سے واقعات کا محرک بھی رہ چکے ہیں(۳)۔جذبات کے دریچوں سے تاریخ کی گلیوں میں جھانکنا دورِ حاضر میں تاریخ کو جاننے کا ایک نیا پیمانہ ہے۔اس نو دریافت شدہ پیمانے کے ذریعے اقوام اور معاشرے کے مطالعے کے ساتھ ساتھ لوگوں کا معاشرے کے ساتھ تعلق، رہن سہن، تمدن اور مادی کلچر سے وابستہ جذبات سے بھی پردہ ہٹایا جا سکتا ہے(۴)۔تاریخ میں بہت سے واقعات کا محرک جذبات تھے(۵)۔

بہت سے تاریخی واقعات نے لوگوں کے جذبات کو ابھارا ہے۔جذبات تمدن پر نہ صرف اثر انداز ہوتے تھے بلکہ اب تک ہوتے ہیں۔جیسا کہ

ٹیسیٹس، رومی مورخ، نیرو کی وفات کے بعد بعد روم کی صورتِ حال پر قلم پردازی کے ذریعے بیان کرتا ہے کہ ''سینٹرز خوشی سے جھوم رہے تھے'' اور عام لوگوں میں امید کی کرنیں بیدار ہو رہی تھیں۔ روزینوین، جذبات کی تاریخ کی مورخ، ارلی مڈل ایجز کے لوگوں کے جذبات، اُس وقت کے اب تک محفوظ شدہ مخطوطات اور کتب کے ذریعے میں بیان کرتی ہیں نیز ساتھ ہی ساتھ اس پہلو پر بھی تحقیق کی ہے کہ جذبات نے تمدن کو کس طرح متاثر کیا ہے اور جذباتی کمیونٹی کا کلچر اور معاشرے سے کیا تعلق ہے۔ روزینوین کی تحقیق قبل از نصف صدی کے زمانے کی ذیل میں اور اس کا رخ مغرب ہی کی تہذیب ہے جبکہ یہ بھی ممکن ہے کہ ہر علاقے کی تہذیب کا اگر تمدن الگ ہے تو اس سے وابستہ جذبات کی نوعیت بھی مختلف ہو گی (٦)۔

جذبات کی تاریخ ہمیں تمدن اور اس سے جڑے ہوئے احساسات کو سمجھانے میں بھی اعانت کرتے ہیں مثال کے طور پر جب بھی خیال شاہ جہاں (١٦٦٦۔١٥٩٢) کے آگرہ میں تعمیر کردہ لال قلعے کے خاص محل میں موجود انگوری باغ اور شیش محل کی تعمیر و تزئین و زیبائش کی طرف جاتا ہے تو یہ نہ صرف شاہ جہاں کے ذوقِ جمال کی عکاسی کرتا ہے بلکہ تعمیرات کے اُس تمدن کی تہہ میں موجود محبت کے جذبات کو بھی عیاں کرتا ہے (٧)۔ اس سے یہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ شاہ جہاں جس کے ہاں ذوق جمال اور جذباتِ محبت کی فراوانی ہے جذباتی طور پر کس قسم کا بادشاہ تھا۔ غرض یہ کہ جذبات کی تاریخ گزشتہ لوگوں کے جذبات سے آگاہی بخشنے کے ساتھ ساتھ شخصیت کے پنہاں پہلوئوں کو بھی نمایاں کرتی ہے۔

جان پالمپر کتاب ''جذبات کی تاریخ'' میں تاریخ کو جذبات کے آئینے سے دیکھ رہے ہیں۔ مذکورہ کتاب میں جان پالیمر تاریخِ جذبات اور مختلف مورخین کے ہاں اس کے تسلسل کو بنیاد بناتے ہوئے مختلف واقعات پر روشنی ڈالتے ہیں۔ جذبات کا تعلق و نظم دماغ سے ہے اس لیے نیورو سائنس تاریخ اور جذبات کو ایک نئے بیانیے میں ڈھال رہی ہے۔ پالمپر اس زاویے پر روشنی ڈال رہے ہیں کہ حیاتیات کی یہ شاخ کس طرح جذبات کی تاریخ کو بدل رہی ہے۔ پالمپر نے اس کتاب میں یہ بھی وضاحت کی ہے کہ جذبات آفاقی، ایک جیسے، کب ہوتے ہیں اور ان کی تعمیر سماج کس طرح کرتا ہے۔ پالمپر کے بہ قول فیب ورو وہ شخص ہے جس نے تاریخ کو جذبات کے آئینے سے دیکھنے کی کوشش کی تھی۔ اس سے پہلے تاریخ محض واقعات کا بیان کیا جانا ہی تھا (٨)۔ فیب ورو کے مطابق ہنری برمونڈ کی کتاب'' فرانس میں مذہبی خیالات کی ادبی تاریخ'' کی جلد نہم میں ''مرنے کا فن'' کا مطالعہ کریں تو یہ جذبات و احساسات ہی تو ہیں (٩)۔ بقول جان پالمپر، فیب ورو کا مضمون ''انسان میں خیالات اور قدرت'' جذبات کے مطالعہ میں بارش کا پہلا قطرہ ثابت ہوا جس نے بعد میں آنے والوں کے لئے نئے پہلووں کے دروازے کھول دیے (١٠)۔

جان پالمپر، فیب ورو سے پہلے جذبات کی تاریخ کو دیکھتے ہیں اور اس امر سے روشناس کراتے ہیں کہ آج سے صدیوں پہلے تاریخ اور ادبیات کی کتب میں جذبات کو بیان کیا جا چکا ہے جیسا کہ تھیوسی دائی ڈیز (٣٩٩۔٤٥٤)، جس نے سپارٹا اور ایتھنز کے درمیان جنگ، پیلوپونیشن جنگ کا آنکھوں دیکھا حال قلم بند کیا ان دونوں ریاستوں کے درمیان جنگ کا بنیادی محرک خوف کے جذبات کو کارفرما پایا (١١) جس بنا پر انھوں نے ایتھنز سے کیا

ہوا عہد توڑ دیا اور جنگ کا خطرہ مول لیا کیونکہ یہ ایتھنز کی ریاست کے زیادہ طاقت ور ہو جانے کے خطرے کو محسوس کر رہے تھے(۱۲)۔

پولیبیس کے مطابق جذبات انسان کے عمل اور فیصلہ کرنے کی قوت کو متاثر کرتے ہیں(۱۳)۔ پولیبیس اس ذیل میں بادشاہوں اور خاص حالات میں کیے گئے ان کے فیصلوں کو مثال کے طور پر پیش کرتا ہے۔ اسی طرح ہمیں بہت سی پرانی تاریخی کتب میں جذبات کا مختلف پہلوؤں میں بیان نظر آتا ہے۔ ہندوستان کی تاریخ کی قدیم کتب ارتھ شاستر اور راج ترنگنی میں بھی جذبات دیکھے جا سکتے ہیں۔ مثلاً ارتھ شاشتر میں برہمنوں پر تشدد اور اس کے نتیجے میں ودھاس کے راجہ کیرال کے تباہ ہو جانے کی خبر دی ہے اور اس سے یہ پہلو نکلا ہے کہ بادشاہ کو غصے سے اجتناب کرنا چاہیے کیوں کہ یہ سلطنت کو خطرے سے دوچار کر سکتا ہے(۱۴)۔ دور قدیم میں جذبات سے اس لیے بھی زیادہ کام لیا جاتا تاکہ لوگوں کی توجہ کو اپنی جانب مبذول کرایا جاسکے۔ بقولِ میکملن ایسے جذبات کو خطابت میں اب تک محسوس کیا جاسکتا ہے اور یہ روایت یونانی دور سے چلی آرہی ہے(۱۵)۔

وقت کے ساتھ ساتھ جذبات کی تاریخ میں ارتقائی کا ظہور ہوا ہے اور اس ذیل میں تاریخ کے مختلف پہلوؤں کو جذبات کے ساتھ دیکھنے کی کوشش کی گئی ہے جیسا کہ دیلتھے نے جذبات کو مذہبی صحائف کی تشریح میں دیکھا اور بیان کیا(۱۶)۔ اسی کے مصداق لیمپریچ نے جذبات کو تمدن کی تاریخ سے تعلق بیان کیا(۱۷)۔ اسی تناظر میں واربرگ نے جذبات کو آرٹ کی تاریخ میں تلاش کرنے کی کوشش کی(۱۸)۔ جذبات کی تاریخ مختلف پہلوؤں سے اسی طرح آگے بڑھتی ہے۔ جذبات کی تاریخ کی روایت بے حد پرانی ہے اور اس کا سفر اب تک جاری ہے۔

جذبات کی تاریخ نے تاریخ کے بیان کو بدل کر رکھ دیا ہے جس کی بدولت مورخین محبت، نفرت، غم اور آنسو کی تاریخ رقم کرنے پر متعین ہیں۔ ان تمام شواہد کی روشنی میں یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ جذبات کس قدر تاریخ لکھنے کے عمل کو متاثر کر سکتے ہیں جیسا کہ یونانی عہد کے تاریخ نگاری حد درجہ غلو اور مبالغہ آرائی سے کام لیتے ہوئے واقعات کو بیان کرتے تھے۔ ہندوستان کے سلاطین اور مغلیہ عہد کے مورخین شمس سراج عفیف صاحب تاریخِ فیروز شاہی، صالح کمبوہ صاحب شاہجہاں نامہ، اور چندر بھان برہمن صاحبِ چہار چمن کی تصانیف میں محبت وعقیدت میں ڈوبی ہوئی تحاریر نظر آتی ہیں۔ منشی چندر بھان برہمن، عہدِ شاہجہاں میں افضل خان، میر سامان کا ملازم تھا کو لاہور کی عمارات سے آگاہی کے لیے خط کچھ اسی انداز میں تحریر کرتا ہے:

"کمترین بندگانِ عقیدت کیش، دعاگو، خیر اندیش چندر بھان برہمن جس کی گردن میں بندگی کا رشتہ اور جس کی پیشانی پر غلامی کا چندن لگا ہے صاحب قبلہ حقیقی کی خدمت میں ذرہ کی طرح عرض کرتا ہے۔"(۱۹)

اوپر رقم کی گئی سطور میں سے محبت وعقیدت کے جذبات اور غلامی کا احساس شبنم کی طرح ٹپک رہا ہے۔ عہدِ قدیم میں جذبات کو بیان کیا جاتا تھا اس لیے جذبات تاریخ نگاری کو نہ صرف متاثر کرتے ہیں بلکہ تاریخ نگار کا جذبات تلے دب جانے کو بھی بیان کر رہے ہوتے ہیں۔ اگر یہ باور کرانے کی کوشش کی جائے کہ جذبات اور تاریخ نویس ایک دوسرے کو متاثر کر سکتے ہیں تو یہ غلط نہ ہوگا۔

جذبات، مذہب اور رسوم

روزینوین کی تحقیق کا مرکز مشرقی یورپ کا برگنڈی قبیلہ اور بارہویں صدی کے رائی ولکس تھے۔ روزینوین نے ''جنریشنز آف فیلنگ'' میں ان قبائل کی مذہبی روایات اور ان سے جڑے ہوئے جذبات کو تاریخ کے لحاظ سے تحقیق کا موضوع بنایا، تاریخ کے اس گوشے کی تحقیق کے دوران 'مائیکرو ہسٹری' کی تکنیک کو برتا اور گیارہویں صدی کے دوران جذبات، ان کی اقسام کے ساتھ ساتھ ان میں تغیر کی نشان دہی کی ہے۔ ''جنریشنز آف فیلنگ'' ابتدائی جدید مغربی یورپ میں جذبات کی ایک جامع تاریخ فراہم کرتی ہے، لوگوں کا جذباتی طور پر خود کو اس سے وابستہ پانا ہی 'جذباتی کمیونٹی' کی تخلیق کرتا ہے۔ روزینوین نے اس کتاب میں اس وقت کی کتابوں، ذاتی ڈائریوں اور رسائل میں پوشیدہ جذبات کو کھنگالا ہے (۲۰)۔ اسی طرح رسمِ سوز خوانی سے ہم اس سے جڑی ہوئی کمیونٹی کے جذبات واحساسات کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ رسمِ سوز خوانی سے اس پہلو کی بھی وضاحت ہو رہی ہے کہ آنسو اور گریہ کس طرح مذہب کا جزو بنتے ہیں اور جذبات کو مذہب سے منطبق کرتے ہیں۔ سوز خوانی موسیقی وغنا سے ہم آہنگ ہو کر لکھنو میں امام بارگاہ کے کلچر کو ایک نئی جہت عطا کرتی ہے جس کے نقوش عہدِ واجد علی شاہ (۱۸۲۲ـ۱۸۸۷)، اودھ کے آخری بادشاہ، کے لکھنو میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اس دور کے سوز خوانی کے فن کے کلچر کا خوبصورت مرقع عبدالحلیم شرر نے ''گذشتہ لکھنو'' اور مرزا جعفر حسین نے ''قدیم لکھنو کی آخری بہار'' میں پیش کیا ہے۔

روزینوین مختلف رسوم کو بنیاد بنا کر مذہب اور جذبات کے تعلق کو عیاں کرتے ہیں۔ اوٹو مذہب اور جذبات کو ''احساسات کا جُھنڈ'' کہتے ہیں جبکہ شلایار مخر کے بقول مذہب بیان کے حصول کی خاطر جذبات پر انحصار کرتا ہے (۲۱)۔ حمید کے مطابق اسلام میں رسومات در حقیقت روحانی تجربات کی بدولت ہیں (۲۲)۔ جیسا کہ برہمنوں کا گروہ، حسینی برہمن، خود کو واقعہ کربلا سے روحانی طور پر جڑا ہوا پاتے ہیں جو اب ایک رسم کا درجہ حاصل کر چکی ہے۔ مسلمانوں کے ہاں بھی اس گروہ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔ مرزا قتیل، ادیب، 'ہفت تماشا' میں حسینی برہمنوں کے کی توجیہ یہ بیان کرتے ہیں، جو اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں بیان کی جاتی تھی، کربلا میں امام حسین کا سر تن سے جدا ہو جانے کی بنا پر، یزید کے اہلکاروں نے امام حسین کا سر ایک برہمن کے گھر رکھا، جب برہمن کو امام حسین کے کے بارے میں معلوم ہوا تو اس نے اپنے تمام بیٹوں، روایت کے مطابق تیرہ بیٹے، کا سر پیش کر دیا اور آخر میں خود بھی قتل ہو گیا مگر امام کا سر، اپنے زندہ لمحات میں، نہ دیا (۲۳)۔ حسینی برہمنوں کی یہ وابستگی در حقیقت روحانی وابستگی تھی۔ مذہب نے انسانی معاشرت اور تمدن کو آگے بڑھایا ہے۔

مذہب، رسوم اور خوشی کے جذبات کا ایک دوسرے سے گہرا تعلق ہے۔ احمد اور خلیق کے بقول مذہب انسانی زندگی میں موت، صحت، خوشی اور بیماری کے لحاظ سے بہت اہم ہے (۲۴)۔ کم مذہب اور جذبات کے آپس میں مثبت تعلق کو تلاش اور بیان کرتے ہیں (۲۵)۔ وجار نے بھی جذبات اور مذہب میں مثبت تعلق کو پایا ہے اور اسے ''خوشی کی سلطنت'' کے مساوی قرار دیا ہے۔ وجار اس کی وضاحت کے لیے آگسٹائن اور ان کے مذہبی اعمال کی توضیح کی ہے کہ وہ 'حیات بعد از موت' کے اصول پر کاربند رہتے ہوئے مذہب سے خوشی کشید کرتے تھے (۲۶)۔ اسی طرح میک ڈینیل نے سرزمینِ بنگال میں بھگتی تحریک کے ذریعے جذبات اور مذہب کا مطالعہ کیا ہے اور اس پہلو کی تشریح کی ہے کہ اس تحریک کے زیرِ سایہ مذہبی رسوم سے خوشی حاصل کرتے تھے (۲۷)۔ اس ضمن میں یہ مثال مذہب سے خوشی کے جذبات کا ابھرنا ثابت

کرتی ہے۔ مسلم گھرانوں میں جب بھی بچوں کی بسم اللہ کی ابتدائی کرائی جاتی ہے اور بچے جب بھی قرآن پاک کا سپارہ ختم کرتے ہیں تو ان کے والدین کے ہاں بے پناہ خوشی کا اظہار پایا جاتا ہے۔ اسی سے ملتا جلتا واقعہ جوش ملیح آبادی یاداشتوں پر مبنی کتاب ''یادوں کی بارات'' میں تحریر کرتے ہیں کہ جب ان کے والدین نے ان کی بسم اللہ شروع کرائی، جو معاشرے میں ایک رسم کے سانچے میں ڈھل گئی ہے، تو اُن کے ہاں عید کا سماں تھا۔ اقربائ میں شرینی تقسیم کی جارہی تھی (۲۸)۔

ان مذکورہ واقعات سے مذہب اور خوشی کے جذبات کی ترتیب و تعلق کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے اور یہ بھی کہ ان کا آپسی تعلق کن وجوہ پر مثبت ہوتا ہے۔ معاشرے میں پائی جانے والی رسوم بالخصوص وہ جگہیں جہاں ایک سے زیادہ مذاہب کے لوگ باہمی اتفاق سے رہتے ہوں ایک مذہب سے، دوسرے مذہب کے لوگوں میں منتقل ہو جاتی ہیں اور یہ رسوم لوگوں کو خوشی بخشتی ہیں جیسا کہ اٹھارویں اور انیسویں صدی کے ہندوستان میں ہولی اور دیوالی کی رسوم کی ادائی سے مسلمان اور ہندو دونوں طبقات خوشی حاصل کرتے تھے۔ ان رسوم اور مذہب اور خوشی کے جذبات کا مرزا قتیل کی کتاب ہفت تماشا میں مطالعہ کیا جا سکتا ہے کہ کس طرح ہندو مسلمانوں کے تہوا، تقریبات اور مذہبی رسومات میں شرکت کرتے تھے، اسی طرح ہندوؤں کے تہوار ور سوم میں مسلمان شمولیت اختیار کرتے تھے (۲۹)۔ تمام مذاہب نے انسانوں کی خوشی کے سامان کا مذہبی رسوم کے ذریعے اہتمام کیا ہے جیسا کہ اسلام میں عیدین، عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، اس جانب اشارہ ہیں۔ مسلمانوں کے ہاں یہ دونوں تہوار خوشی لیے آتے ہیں۔ بقول صباح الدین عبدالرحمٰن اسلام میں عیدین کے سوا اور کوئی خوشی کا تہوار نہ تھا لیکن رفتہ رفتہ روایتیں ایسی بن گئیں کہ بعض تقریبات تہوار کی صورت میں ڈھل گئیں انھی میں سے ایک عید میلادالنبی ہے جو نبی اکرم کی ولادت کی خوشی میں منائی جاتی ہے (۳۰)۔ اب تک ہمارے ہاں عید میلادالنبی پر جوش و خروش دیدنی ہوتا ہے۔ عبدالحمید لاہوری ''بادشاہ نامہ'' میں لکھتے ہیں کہ عید میلادالنبی کے تہوار پر شاہ جہاں بڑی تعظیم و اکرام کے ساتھ مسند نشین ہوتا۔ اس کی مجلس میں علمائ و صلحائ و سادات حاشیہ نشین ہوتے اور بادشاہ سب میں خوشی و مسرت کے موقع پر روپیا پیسہ، بارہ ہزار روپیا، تقسیم کرتا تھا (۳۱)۔ اس لیے مذہبی جذبات تاریخ کے رخ کو نہ صرف متعین کرتے ہیں بلکہ اس پر اثرانداز بھی ہوتے ہیں۔

''خانہ کعبہ کہ دیکھتے ہی میرے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی۔ ہماری آنکھیں نم ناک ہوگئیں۔ اور زبان گنگ ہو کر رہ گئی۔'' (۳۲) یہ جذبات جن کو الفاظ کا لباس طارق محمود مرزا نے ''سفر عشق: رودادِ سفر حج'' میں پہنایا ہے جذب و غم اور آنسوؤں میں ڈوبے ہولے ہیں۔ کچھ ایسے ہی تاثرات وجذبات ممتاز مفتی کے بھی تھے جب ان کی نظر کعبہ پر پڑی تھی۔ ''لبیک'' میں ممتاز مفتی بیان کرتے ہیں:

''پیشتر اس کے کہ میں اللہ اکبر کہتا کوٹھے کی چھت سے کسی نے سر نکالا۔ چہرے کی جھریوں میں محبت کا ایک طوفان سمٹ رہا تھا۔ آنکھیں ہمدردی کے جذبے سے پر نم تھیں۔'' (۳۳)

علاوہ بریں ایسے ہی جذبات کا اظہار، جن میں آنسوؤں کا جھرنا بہتا ہے، خواجہ حسن نظامی ''سفر نامۂ مصر، فلسطین، شام، حجاز'' میں کعبہ مدینہ کی گلیوں، مدینہ کے چاند اور روضہ رسولؐ کو دیکھ کر کرتے ہیں۔ ''منہ ول کعبے شریف'' میں بھی آنسوؤں کے جذبات کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

کرسٹو سوئفٹ نے، ان آنسوؤں کو عیسائیت کی ذیل میں توبہ کے عمل کے برابر قرار دیا ہے۔ مذہبی مقامات پر آنسوؤں کا بہہ جانا در حقیقت انسان کا نادم و شرمسار ہونا، قدرت کی ہیبت و جبروت سے متاثر ہو کر آنسو بہانا توبہ کے مصداق ہے۔ کرسٹوفر سوئفٹ آنسوؤں کا ایسے مقامات پر بہہ جانے کو "رسومات کی تماشاگاہ" کہتا ہے جہاں انسان اپنی بدقسمتی، دکھ اور غم کی وجہ سے آنسو بہاتے ہیں (۳۴)۔

تاریخ میں بہت سے آنسو بہائے گئے جن میں متعدد بہ مذہب سے وابستہ مقامات اور مذہبی واقعات کی بنا پر بہتے ہیں جیسا کہ کربلا کے واقعات اب تک دل کو بھینچ دیتے ہیں۔ بقول عقیل عباس جعفری، بشیر بن جزلم نے امام زین العابدین کے حکم پر جب کربلا سے واپسی پر لوگوں کو منظوم صورت میں حالات سے آگاہ کیا مدینہ کے لوگ تڑپ کر رہ گئے اور کئی کئی روز تک آنسو بہاتے رہے (۳۵)۔ مقدس مقامات پر آنسوؤں کے بہنے کی وجہ سے آنسوئی ثقافت نے جنم لیا۔ ان مقدس مقامات پر لوگ اپنے غموں کے مداوے اور دکھ درد کے بہلاوے کی وجہ سے روتے ہیں، آنسو بہاتے ہیں۔ مزارات پر آنسوؤں کے بہنے سے حسین اور شہر بانو کے تحقیقی مقالے کے مطابق بی بی پاک دامن کے مزار پر آنسوئی ثقافت کا ظہور ہوا ہے (۳۶)۔ ان تمام مباحث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مذہب اور آنسوؤں کا تعلق بہت گہرا ہے اور یہ تعلق کس بنا پر ہے۔ آنسوؤں نے تاریخ کے رخ کو متعین اور نئی ثقافت کو جنم دیا ہے۔ درگاہوں کی تاریخ اور ملفوظاتی ادب کی تدوین میں آنسو ایک اہم حوالہ بن چکے ہیں۔

مذہب، جذبات اور لوک داستانیں

لوک داستانیں مختلف النوع جذبات کا خزینہ ہوتی ہیں۔ ان میں محبت، غم، نفرت اور غصے کے جذبات کا اظہار موجود ہوتا ہے (۳۷)۔ اسی کے مصداق لوک داستانوں میں بھی مذہبی جذبات پائے جاتے ہیں۔ پنجابی ادب میں شاعری کی صنف 'وار'، عشقیہ داستانوں اور شاعری کے دیوانوں کی ابتدائی اللہ، رسول کی حمد ثنائی سے ہوتی رہی ہے اور ان میں مذہبی جذبات بھی پائے جاتے ہیں، جن کا ایک مقصد برکت کا حصول بھی تھا، جیسا کہ نجابت اپنی تخلیق کردہ وار، 'نجابت دی وار'، کی ابتدائی یوں کرتے ہیں :

صحیح سچ خداوند بادشاہ، سچے کم تیرے سبھانا
سر پر اوہا ہوسیا، جیہڑی لکھی اے وچ کرانا (۳۸)

(سچ خداوند صرف تیری ہی ذات ہے۔ اے اللہ تیرے احکامات ہی سچے ہیں۔ جو کچھ قرآن میں کہہ دیا گیا ہے وہ ہو کر رہے گا۔)

اس وار میں ہمیں خوشی اور غم کے جذبات بھی تواتر سے ملتے ہیں۔ جب شاعر، نجابت، نادر شاہ کے حملے اور اس کے نتیجے میں برپا ہونے والی قہرمانیت کو احاطہ قلم میں لاتا ہے تو اس میں دل گرفتگی و دل شکنی کے جذبات کے نقوش ملتے ہیں۔ اسی طرح جب شاعر گوندل قبیلے کی شجاعت اور بہادری کو بیان کرتا ہے تو وہاں اس کے جذبات خوشی کے گھوڑے پر سوار نظر آتے ہیں۔ دراصل واریں نہ صرف مختلف تاریخی واقعات و حقائق کو کا خزینہ ہیں بلکہ طرح طرح کے جذبات کا ایک بیش قیمتی مرقع بھی ہیں۔ نجابت کے علاوہ محمد شاہ کی وار، جنگ ہند پنجاب، میں بھی اس صورتِ حال کو ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔ علاوہ بریں اردو ادب میں مثنوی، جنگ ناموں کی ابتدائی میں بھی مذہبی جذبات جڑے

ہوئے ہیں۔ سوز خوانی میں سوز خوان ابتدائی ہی 'سلام' سے کرتے ہیں اس کے بعد جا کر مرثیہ پڑھتے ہیں۔ مرثیہ خوانی میں غم اور آنسوؤں کے جذبات کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ جذبات اور لوک داستانوں کا آپسی تعلق نہایت مربوط ہے تو یہ پہلو بے بنیاد نہ ہوگا۔ حسین اور عدیل کا تحقیقی مقالہ جو حال ہی میں اورینٹل کالج میگزین کے اوراق کی زینت بنا ہے لوک داستانوی ادب میں تاریخ اور جذبات پر روشنی ڈالتا ہے اور یہ وضاحت کرتا ہے کہ 'وار' میں تاریخی واقعات کے بیان میں جذبات کس طرح جڑے ہوتے ہیں (۳۹)۔ بقولِ برک لوک ادب ہمیں تاریخ کو سمجھنے میں معاونت کرتے ہیں (۴۰)۔ پولیٹا کے بقول لوک داستانوں میں وجود جذبات سامعین کے جذبات کو ابھارنے کا محرک بھی بنتے ہیں (۴۱)۔ مثال کے طور جب لوک داستانیں گا کر یا پڑھ کر سنائی جاتی تھیں تو یہ لوگوں کے جذبات کو ابھارنے کا موجب بھی بنتی تھیں۔

مذہب، جذبات اور فنِ تعمیر

عمارتیں اور فن تعمیر انسان کو کبھی حیرت زا کرتے ہیں تو بسا اوقات خوشی میں مبتلا کیے دیتے ہیں۔ اسی طرح یہ انسانی آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی کا باعث بھی بنتے ہیں۔ شمس الرحمان فاروقی کا ناول "قبضِ زماں" جو کہ کردار کا سولھویں صدی کی دلی سے اٹھارویں صدی کی دلی تک کا سفر ہے۔ اس ناول میں کردار نے وقت کے دوش پر سفر کیا ہے۔ کردار سولھویں صدی سے جب اٹھارویں صدی میں آتا ہے تو اس کو ہر شے، یہاں تک کہ رسوم و رواج بھی بہت حد تک بدلے ہوئے ملتے ہیں بالخصوص عمارتیں۔ جن عمارتوں سے اس کا قلبی تعلق ہوتا ہے وہ اس ناول میں کردار کو رنجور و آدیدہ کیے دیتی ہیں۔ شمش الرحمان فاروقی ناوک میں لکھتے ہیں :

"ہر چند کہ میرے زمانے میں وہ شان پرانے شہروں کی نہ تھی جو اس رہی ہو گی جب سلاطین نے اس کی بنا ڈالی تھی۔ قلعہ کہنہ سے گزرتے وقت میں بے اختیار رو دیا۔ قلعہ مبارک کا بڑا حصہ کھنڈر ہو گیا تھا۔ وہ بابِ عالی جہاں حاضری کے وقت شاہوں اور بڑے بڑے فوجہ عہدہ داروں اور راجاوں کے قدم لرزتے تھے، جہاں انھیں پانچ سو قدم پہلے سواری چھوڑ کر پا پیادہ ہونا پڑتا تھا، جہاں فرمان جاری ہوتے تھے جن ے دبدبے سے اربابِ اقتدار کی حویلیوں پر رعشہ پڑ جاتا تھا اب چند جھونپڑیوں سے دبا ہوا پڑا تھا۔ میں دیر تک کھڑا آنسو بہاتا رہا۔" (۴۲)

عمارتوں کے ساتھ جذبات کا جڑنا ایک قدرتی امر ہے۔ جیسا کہ اوپر بیان کی گئی سطور سے ظاہر ہو رہا ہے۔ اسی کے مصداق مذہبی عمارتیں جیسا کہ خانہ کعبہ، ایک تو ان کے ساتھ مقدس کے جذبات وابستہ ہیں ہی مگر اس کے علاوہ کعبہ کی عمارت کی اپنی شان اور شکوہ ہے۔ اس پر ہیبت عمارت انسانوں پر گریہ طاری کیے دیتی ہے۔ گراہم اور لورن نے بھی خوشی اور غم کے جذبات کا مذہبی عمارتوں اور فن تعمیر کے ساتھ تعلق تلاش کیا ہے (۴۳)۔ برگ مین مذہبی فنِ تعمیر کی حامل عمارتوں میں مذہب کو نہ صرف تلاش کرتے ہیں بلکہ محسوس بھی کرتے ہیں (۴۴)۔ جان کوریگن کے مطابق مذہبی عمارتیں، انسانوں میں مختلف النوع جذبات کو ابھارنے کا سبب بنتی ہیں (۴۵)۔ یہ جذبات خوشی یا غم یا کسی بھی قسم کے ہو سکتے ہیں۔ جب ہمارا گزر مذہبی مقامات جیسا کہ مساجد، مزارات اور امام باڑوں کے قرب و جوار سے ہوتا ہے تو عقیدت کے احساسات ہم پر حاوی ہوتے ہیں۔ درگاہوں میں عقیدت و مودت سے سر جھک جاتے ہیں اور بسا اوقات آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ دریں

اثنائے تاریخی مساجد کی زیارت کے دوران انسان پر تحیر اور شکوہ کی فضا امڈ آتی ہے۔ علامہ محمد اقبال (۱۹۳۸ـ۱۸۷۷)، شاعر اور فلسفی، جب مسجد قرطبہ کو دیکھتے ہیں تو انھیں مسلمانوں کا شاندار ماضی یاد آتا جو انھیں رولا دیتا ہے اور مذہبی تقدس کی وجہ سے نماز کی ادائی کی خواہش ان کے قلب میں کلبلاتی ہے۔ مسجد قرطبہ کے ستون اقبال کو ہجومِ نخیل، کھجور کے تنوں کا باترتیب جھنڈ، نظر آتے اور اس کا جلال و جمال انھیں مرد حق کی دلیل محسوس ہوا۔ جیسا کہ شعر میں کہتے ہیں

تیرا جلال و جمال مردِ حق کی دلیل

وہ بھی جلیل و جمیل، تو بھی جلیل و جمیل (۴۶)

بقول جان کوریگن سے وابستہ آنسو، خوشی اور غم اس کی محراب، مہندسی اشکال یا نمونوں کی وجہ سے ہوتا ہے (۴۷)۔ شاہجہاں کے لاہور کے شاہی قلعہ میں تعمیر کردہ شیش محل کو دیکھتے ہی انسان میں خوشی کے جذبات نمایاں ہوتے ہیں تو دوسری جانب تاج محل محبت کے ساتھ ساتھ ہجر و فراق کی علامت بھی ہے (۴۸)۔ تاج محل کے در و بام پر پچی کاری، اشجار و اثمار کی گل کاری و منبت کاری بھی جنت کا سماں پیدا کر کے مذہبی جذبات کو ابھارتے ہیں۔ مسجد وزیر خان کی دیوڑھی میں چوگوشیہ تھڑے درس گاہ کا نمونہ نمونہ ہیں جہاں علمائے علمی نکات کی گتھیاں سلجھانے کے لیے نشست جمایا کرتے تھے (۴۹)۔ آج جب اس دیوڑھی میں، بلند گنبد کے سایے تلے، کھڑے ہو کر نظر دوڑائی جائے تو ایسے ہی تقدس بھرے جذبات تخلیق ہوتے ہیں۔ فنِ تعمیر اور عمارتیں جذبات، مذہبی جذبات، کا محرک بنتی ہیں (۵۰)۔ فن تعمیر اور اس سے جڑے ہوئے جذبات کی تاریخ پر اثر اندازی کو شاہجہاں نامہ میں تاج محل کے کتبات کی لکھائی کے دوران ملاحظہ کیا جا سکتا ہے (۵۱)۔ اسی طرح حیات رسول میں ایک ستون کی روایت بیان کی جاتی ہے کہ جب رسول اللہ نے کھجور کے تنے، جس کے ساتھ آپ مسجدِ نبوی میں سہارا لے کر (ٹیک لگا کر) بیٹھا کرتے تھے اور جمعے کا خطبہ ادا کیا کرتے تھے، سے الگ ہو کر منبر پر بیٹھ کر خطبہ دیا تو دوران خطبہ مسجد میں موجود صحابہ نے کھجور کے تنے کے گریہ وزاری کو سنا اور تھپتھپا کر خاموش کرایا۔ یہ آہ وزاری فراق و ہجر کی وجہ سے تھی۔ اسلامی فن تعمیر میں ستون کا تصور اسی کھجور کے تنے سے ابھرا۔ وقت کے ساتھ ساتھ ستون سے مذہبی جذبات، تقدس کے جذبات، جڑ گئے۔ اور تاریخ پر ان کی اثر اندازی کا ثبوت ہے۔

حاصلِ بحث

تمدنی تاریخ اور معاشرے میں جذبات بنیادی اہمیت کے حامل ہیں۔ جاذبات معاشرتی تمدن کی صورت گری کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے۔ بار براروزینوین نے ''جنریشنز آف فیلنگ'' میں اسی بیانیے کی دلیل میں ابتدائی نصف صدی کے واقعات کو حوالے کے طور پر پیش کیا ہے۔ جذبات، تاریخ میں بہت سے واقعات کا موجب بن چکے ہیں۔ تاریخ میں مذہب کے ساتھ بھی مختلف قسم کے جذبات جڑے رہے ہیں جن کو مندرجہ بالا سطور میں بیان کیا گیا ہے اور ساتھ ہی ساتھ اس امر کی توضیع بھی کی گئی ہے کہ مذہبی جذبات کا جگھوں، آنسو، خوشی اور غم سے کس طرح کا تعلق ہوتا ہے۔ تمدن اور کلچر سے جڑے ہوئے جذبات، جذباتی ثقافت کے تخلیق کار بھی ہوتے ہیں۔ اس مقالے میں

جذبات کی تاریخ اور وقت کے ساتھ اس میں ظہور پذیر ہونے والے نئے نئے مباحث کی نشاندہی کی گئی۔ کیوں کہ تاریخ محض سیاست اور سیاسی واقعات و حالات کا ہجوم نہیں ہوتی اور جذبات محض سیاسی نہیں ہوتے بلکہ تاریخ میں اس کے اور بھی چہرے ہیں جن میں سے چند کو بہ لحاظ تمدن بیان کیا گیا ہے۔

References

1. Richard Firth, *A Human History of Emotion* (London: HarperCollins Publishers, 2021), p. 10.
2. Susan Broomhall, *Early Modern Emotions: An Introduction* (London: Taylor & Francis, 2016), p. 160.
3. Firth, *A Human History of Emotion*, p.12.
4. Margrit Pernau, *Emotions and Temporalities* (Cambridge: Cambridge University Press, 2021), pp. 5-10.
5. Jan Plamper, *The History of Emotions: An Introduction* (Oxford: Oxford University Press, 2017), pp. 33-40.
6. Barbara Rosenwein, *Emotional Communities in Early Middle Ages* (London: Cornell University Press, 2006), pp. 2-6.
7. Sabah-ud-Din Abdul Rahman, Tarikh-e-Mughal Darbar, (Lahore: Mushtaq Book Corner), p. 95
8. Plamper, *The History of Emotions*, pp. 40-45.
9. Lucien Febvre, *A New Kind of History: From the Writings of Febvre* (Paris: Routledge and Kegan Paul, 1973), pp. 25.
10. Plamper, *The History of Emotions*, p. 40.
11. Thucydides, trans. by Steven Lattimore, *The Peloponnesian War* (New York: Hackett Publishing, 1998), pp. 20-30.
12. Ibid.
13. Ramsay MacMullen, *Feelings in History, Ancient and Modern* (Claremont: Regina Books, 2003).
14. Kautilya Chanakya, Arthashastra (Lahore: Nigarshat Publishers, 2018), p. 13. 30
15. MacMullen, *Feelings in History*.
16. Plamper, *The History of Emotions*, p. 45.
17. Rroger Chickering, *Karl Lamprecht: A German Academic Life (1856-1915)* (Leiden: Brill, 1993), p.122.
18. Plamper, *The History of Emotions*, p. 45.
19. Muhammad Abdullah Chughtai, Taj Mahal, (Lahore: Kitab Khana Norris, 1963), p. 13. 160
20. Rosenwein, *Emotional Communities in Early Middle Ages*, p. 10.
21. John Corrigan, *Feeling Religion* (Durham: Duke University Press, 2017), pp. 20-40.
22. David Bryce Yaden, Yukun Zhao, Kaiping Peng, & Andrew Newberg, *Rituals and Practice in World Religions* (New York: Springer, 2020), p.136.
23. Mirza Muhammad Hasan Qateel, Haft Tamasha, translator, Muhammad Umar, (Delhi: Union Printing Press, 1968), p. 11. 41
24. Chu Kim-Prieto (ed.), *Religion and Spirituality Across Cultures*, Chapter 4, Ahmed and Khaleeq (New York: Springer, 2014), p.76.
25. Ibid., pp. 15-20.
26. Yuri Contreras-Vejar, Joanna Tice Jen, and Bryan S Turner, *Regimes of Happiness* (London: Anthem Press, 2019), p. 25.
27. Corrigan, *Religion and Emotions*, pp.15-20.
28. Josh Malihabadi, "Yaadon Ki Baraat", (Lahore: Kitab Mahal, 2017), p. 75. 30
29. Mirza Muhammad Hasan Qateel, Haft Tamasha, translator, Muhammad Umar, (Delhi: Union Printing Press, 1968), p. 11. 50
30. Sabah-ud-Din Abdul Rahman, Tarikh-e-Mughal Darbar, (Lahore: Mushtaq Book Corner), p. 389
31. Abdul Hameed Lahori, Badshahnama, (Lahore: Milestone Publications, 2006)

32. Tariq Mahmood Mirza, Safar-e-Ishq: The Journey of Hajj, (Karachi: Ma'arif Islami, 2016), p. 12. 189
33. Mamtar Mufti, Labaik, (Lahore: Ilm Dost Publications), p. 13. 79
34. Elina Gertsman, *Crying in the Middle Ages: Tears of History* (London: Routledge, 2012), pp.80-81.
35. Aqeel Abbas Jafari, The Art of Soz Khwani, (Karachi: Virsa Publications, 2020), p. 13
36. Hussain Ahmad Khan, Shahr Bano, Anshui Culture: The Shrine of Bibi Pak Daman, in the 19th and 20th Centuries, Al-Ijaz Research Journal of Islamic Studies and Humanities, Issue 6, 2022, pp. 85-80
37. Hussain Ahmad Khan, Syed Adeel Ejaz, Najabat Ki War: Nadir Shah's Invasion of Punjab and Local Resistance, (Lahore: Oriental College Magazine, 2022), printed
38. Najabat, Nader Shah the War, (Lahore: Suchet Publications), p. 7
39. Hussain Ahmad Khan, Syed Adeel Ejaz, Najabat Ki War: Nadir Shah's Invasion of Punjab and Local Resistance, (Lahore: Oriental College Magazine, 2022), printed
40. PeterBurke, "History and Folklore: A Historiographical Survey", *Folklore* 115, no. 2 (2004): 133-139.
41. Francesca Polletta, *It Was Like a Fever: Storytelling in Protest and Politics* (Chicago: University of Chicago Press, 2009), pp.10-50.
42. Shams-ur-Rehman Farooqi, Qad-e-Zaman (Jhelum: Jhelum Book Corner, 2021), p. 107
43. Stephen Cummings and Max Stille, "Religious Emotions and Emotions in Religion: The Case of Sermons," *Journal of Religious History* (2021): 4.
44. Ibid., p.6.
45. Corrigan, *Religion and Emotions*, p.228.
46. Allama Muhammad Iqbal, Kaliat Iqbal, (Bal Jibril), Masjid Cordoba, (Lahore: Khazina Ilm wa Adab, 2002), p. 440
47. Corrigan, *Religion and Emotions,* p.228.
48. Muhammad Abdullah Chughtai, Taj Mahal, (Lahore: Kitab Khana Norris, 1963)
49. Muhammad Abdullah Chughtai, Masjid Wazir Khan, (Lahore: Kitab Khana Nooris, 1963)
50. Hussain Ahmed Khan, Syed Adeel Ejaz, Emotions and Buildings: Lucknow, Delhi and Lahore in Nineteenth and Twentieth Century Urdu Literature, (Multan: Urdu Research Journal, 2022), printed
51. Muhammad Saleh Kamboh, Shahjahan Nama, (Lahore: Milestone Publications, 2012)